مثنوی غذائے روح

جناب لطف اللہ بدوی

برِصغیر ہند و پاکستان کی مشہور شخصیت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ انیّسویں صدی عیسوی کی وہ مقتدر ہستی ہے جس کے علمی، رُوحانی اور مجاہدانہ کارناموں کو دُنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ ہندُستان کے متاخّرین صوفیائے کرام کے گروہ میں آپ کے وجودِ مسعود کے باعث فیضانِ الٰہی اور رشد و ہدایت کا چشمہ سیراب رہا جس سے بہت سے باکمال حضرات مستفید ہوتے رہے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ کی تصنیفات آپ کے علمی کمال کی آئینہ دار ہیں۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نثر اور نظم پر یکساں عبور حاصل تھا لیکن آپ نے نثر سے زیادہ نظم میں تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی شاعری ذوقِ حق کی آئینہ دار ہے اس میں آمد ہے اور آورد نہیں ہے۔ جذبۂ شوق میں نظم لکھتے گئے، فنّی طور پر کوئی چیز اگر تخیل پر بار ہوگئی تو اُس پر نظرِ ثانی کی ضرورت نہ تھی۔ اِس لئے آپ کے شعر و سخن میں نہ بندشوں کا انتخاب ہے، نہ محاوراتی اُلجھن، تنوّع مضمون کی سیدھی سادھی ترتیب اسلوبِ بیان کی رنگینی سے معمور نظر آتی ہے۔ رندانہ اور مجذوبانہ رنگ کے بجائے ناصحانہ رنگ زیادہ نظر آتا ہے۔ کہیں کہیں جودتِ طبیعت اشعار میں مسحور کُن کیفیت پیدا کردیتی ہے ۔۔۔ ایک جگہ دوست کے قاصد سے اِس طرح خطاب کرتے ہیں ؎

آفریں اے ہُدہُدِ شہرِ سبا — آفریں اے قاصدِ ماہِ لقا
آفریں اے طوطیِ شکر شکن — تجھ پہ ہو قربان میرا جان و تن
نجد کے یاروں کی دے مجھ کو خبر — تاکہ ہوویں مست یہ دیوار و در
پھر سُنا بہرِ خُدا اے نامبر — زمزم و خیف و منا کی کچھ خبر
ہے دل و جاں دونوں غم میں مبتلا — تاکہ چھُوٹیں سُن کے حالِ دلربا

کہ ذرا بہرِ خدا اِک حرف تو | از زبانِ آں نگارِ تند خو
مسکن و ماویٰ سے پھر میرے ذرا | دے خبر بہرِ خدا بہرِ خدا

جس سے ہو تسکین کچھ دِل کو مرے
وہ بیاں کر مجھ سے ہوں قرباں ترے

اگرچہ آپ نے لوازماتِ شاعری کی چنداں پروا نہیں کی ہے، پھر بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آپ شاعر ضرور تھے، اصنافِ شاعری میں آپ کی تصنیفات، غزلیات اور مثنویات، آپؒ کی شاعری کا ثبوت دے رہی ہیں۔ نظم میں آپ کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) گلزارِ معرفت (۲) تحفۃ العشاق (بی بی تحفہ کا منظوم قصہ)
(۳) جہادِ اکبر (۴) غذائے رُوح
(۵) درد نامۂ غمناک (۶) متفرقہ (غزلیات)

اِن تصنیفات میں سے 'غذائے رُوح' ایک طویل مثنوی ہے، جس کو آپ کی تصنیفات میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ مثنوی درحقیقت شیخ بہاء الدین عاملی (متوفی ۱۰۳۰ ھ) کی مشہور تصنیف 'نان وحلوہ' کا آزاد ترجمہ اور تشریح ہے۔ 'نان وحلوہ' علمِ سلوک اور معرفت میں ایک اہم تصنیف شمار کی جاتی ہے۔ بقول پروفیسر براؤن مصنّفِ 'ادبیاتِ ایران' شیخ بہائیؒ نے اس مثنوی کو سفرِ مکّہ کے دَوران میں تصنیف کیا تھا، اور آپ کے قلب پر جو صوفیانہ واردات گذرے تھے، اُس کو اُنھوں نے سپرد قلم کیا ہے۔ حاجی صاحب نے اپنے ترجمہ میں اصل تصنیف کے اتنے تو نشانات باقی رکھے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا ترجمہ کی حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ شیخ بہائیؒ نے اپنی تصنیف کی ابتدا ان اشعار سے کی ہے ؎

اَیُّھَا اللاھی عن العہد القدیم | اَیّھا الساھی عن النُصحِ لقدیم
اسْتمع ماذا یقول العندلیب | حیث یروی من احادیث الحبیب
مرحبا اے بلبلِ مستان حی | کامدی از جانبِ بستان حی
یا برید الحی اخبرنی بما | قالہٗ فی حقنا اھل الحما
مرحبا اے پیک فرخ فالِ ما | فارغم کردی ز قیدِ ما سوا

مرحبا اے عندلیبِ خوشنوا　　　مرحبا اے مایۂ اقبالِ ما
از نواہائے تو نارِ مؤصدہ　　　زد بہر بندم ہزار آتشکدہ

اِن اشعار کا ترجمہ اِس طرح دیا گیا ہے ؎

سُن تو اے شکنندۂ راہِ قدیم　　　اور لے گم کردہ راہِ مستقیم
گوشِ جاں سے سُن تو بلبل سے ذرا　　　یار کی باتوں سے یہ کہتی ہے کیا
ہے یہ بلبل یار کے گلزار کی　　　پُوچھ باتیں اِس سے کچھ دلدار کی
آفریں اے بلبلِ بستانِ جہاں　　　کہہ مرے دِلدار کی تو داستاں
آفریں اے بلبلِ بستان حی　　　آفریں اے قاصدِ بستان حی
قاصدا جلدی خبر مجھ کو سُنا　　　کہتا ہے حق میں مرے کیا دِلربا
مجھ سے راضی بھی ہے وہ دِلبر بتا　　　اور مائل بھی ہے کچھ سوئے وفا
یا ہمیشہ ہجر پر مسرور ہے　　　سچ بتا جو کچھ اُسے منظور ہے
آفریں اے پیکِ فرخ فالِ من　　　آفریں اے مایۂ اقبالِ من
آفریں اے بلبلِ خوشخواں تجھے　　　ماسوا سے کر دیا فارغ مجھے
ہیں نوائیں کیا تری آتش بھری　　　آگ جس سے یوں مرے دل میں لگی

اِس ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ بہائیؒ کے اشعار کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان کی تشریح بھی ہوتی جارہی ہے۔ اگر ان تشریحی اشعار کو جُدا کر دیا جائے تو 'غذائے رُوح' فقط 'نان و حلوہ' کا ترجمہ ہی رہ جائے گی۔ مولانا رُومی نے اپنی شہرۂ آفاق مثنوی کا آغاز نے کی پُرسوز آواز سے کیا ہے ؎

بشنو از نے چوں شکایت می کند　　　وز جدائی ہا حکایت می کند
از نیستاں چوں مرا ببریدہ اند　　　از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

لیکن شیخ بہائیؒ نے 'نان و حلوہ' کی ابتدا بلبلِ خوشخواں کی آتش نوائی سے کی ہے۔ نے کی شکایت ہو یا بلبل کی فریاد و فغاں، دونوں تمثیلوں کا مقصد ہجر و وصال کی کہانی کو سُنانا ہے۔ چونکہ حاجی صاحب مولانا رومی کی مثنوی کے شارح بھی ہیں، اِس لئے وہ ہجر و وصال کے صوفیانہ مطالب کو

اچھی طـــرح سمجھ سکتے تھے۔ اس تشریح اور توضیح کے ساتھ ساتھ 'غذائے رُوح' میں ہمیں 'نان و حلوہ' کے اشعار کے ساتھ، مثنوی کے اشعار کی بھی جھلک نظر آتی ہے ؎

	مثنوی میں مولویِ معنوی	نکتہ اک فرماتے ہیں سُن لے اَخی
رُومی:	ترک دنیا گیر تا سلطاں شوی	ورنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی
ترجمہ:	چھوڑ دُنیا کو کہ تا سلطاں ہو تُو	ورنہ مثلِ چرخ سرگرداں ہو تو
رُومی:	زہر دارد در دروں دنیا چو مار	گرچہ دارد از بروں نقش و نگار
ترجمہ:	زہر قاتل ہے یہ مارِ نقش دار	بھاگتے ہیں اس سے جو ہیں ہونہار
رُومی:	زیں سبب فرمود شاہِ اولیا	آں گزینِ اولیاء و انبیا
ترجمہ:	اِس سبب کہتے ہیں شاہِ اولیا	ہیں وہ مقبولِ ولی و انبیا
رُومی:	حبّ دنیا رأس کلّ خطیئۃٍ	ترک دنیا رأس کلّ عبادۃٍ
ترجمہ:	حب دنیا سب خطاؤں کا ہے سر	ترک دنیا سر ہے ہر طاعت کا پر

'نان و حلوہ' بذاتِ خود ایک چھوٹی سی مثنوی ہے، لیکن حاجی صاحب نے تشریحات کے ساتھ ساتھ نئے عنوانات کو پیدا کر کے اپنی تصنیف کے جسم کو کافی بڑھا دیا ہے۔ ابتدا میں حمد اور نعت کے بعد خلفائے راشدینؓ کی مدح موجود ہے۔ چونکہ یہ عنوانات 'نان و حلوہ' میں موجود نہیں ہیں اس لئے مرتب نے منقبتِ چہار یار لکھ کر گویا شیخ کی تصنیف کی تطہیر کر دی ہے۔

منقبت

شہسوارانِ جہاں مردانِ دیں	چار یار مصطفیٰ ہیں اہلِ دیں
اوّلاً بوبکر صدیقِ امیں	دُوسرے عادل عمر والا یقیں
تیسرے عثمان باحلم و حیا	چوتھے ہیں حضرت علی شیرِ خُدا
اور سب اصحاب اُس کے ذی علوم	ہیں ہدایت کے فلک کے وہ نجوم

اِن سے راضی ہیں خدائے دوسرا
اور خوش ہیں اِن سے حضرت مصطفےٰ

اصحابِ کبار کی مدح کے بعد، مرتب نے اپنے پیر و مرشد حضرت نور محمد جھنجانوی قدس سرّہٗ کی

توصیف میں دو جداگانہ باب شامل کئے ہیں۔ پیرومرشد کے وطن جھنجانہ کی اس طرح تعریف کرتے ہیں ؎

مولد و مرقد شریف ان کا پسر ۔۔۔ خلق میں روشن ہے چوں شمس و قمر
شہر جھنجانہ ہے اک جائے ہدا ۔۔۔ مسکن و ماویٰ ہے اُس جا آپ کا
متّصل اس شہر کے اے نیک نام ۔۔۔ ہے عجب دلچسپ درگاہِ امام
سیّد محمود ہے نام شریف ۔۔۔ ہے مکاں وہ بس عجیب و دلفریب
پاس مرقد کے قبلہ رُخ نبیؐ[4]
ہے زیارت گاہ میرے پیرؒ کی

متذکرہ بالا عنوانات کے بعد، مثنوی 'غذائے رُوح' کا آغاز شیخ بہائی کی تصنیف 'نان وحلوہ' کے ترجمے سے ہوتا ہے۔ باب اوّل کا عنوان بھی مرتّب نے وہی رکھا ہے جو 'نان وحلوہ' کے مصنّف نے تجویز کیا ہے :- "فصل فی الندامة علیٰ ما صرف العمر فیما لا ینفع فی القیامة وتاویل قول النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سؤر المومن شفاء"۔

'غذائے رُوح' میں اِس عنوان کا ترجمہ اِس طرح دیا گیا ہے :-

" یہ داستان بیچ تاسّف اور ندامت کے، اور صرف کرنے عمر کے بیچ اُس چیز کے کہ نفع نہ دے قیامت میں۔ اور بیچ معنوں اور غرض قول نبی صلعم کہ سؤر المومن شفاء یعنی مومن کا جوٹھا شفا ہے "

اِس عنوان کے تحت شیخ بہائی نے علوم عقلی کی مذمّت فرمائی ہے اور سوٗر المومن شفاء کی تشریح کرتے ہوئے فلسفہ، علمِ کلام اور صرف و نحو سے بے توجّہی کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ فلسفہ اور منطق یونانی حکیم ارسطو کی تحقیق پر مبنی ہیں، اِس لئے ان کی حاصلات سے گریز کی تلقین کی ہے۔ فرماتے ہیں[5]

چند خوانی از حکمتِ یونانیاں ۔۔۔ حکمتِ ایمانیاں را ہم بداں
چند زیں علمِ کلام بے اُصول ۔۔۔ مغز را خالی کنی اے بوالفضول
صرف شد عمرت بہ بحثِ نحو و صرف ۔۔۔ از اُصولِ عشق خواں ہم یک دو حرف
دل منوّر کن بہ انوارِ جلی ۔۔۔ چند باشی کاسہ لیسِ بوعلی

سرورِ عالم شہِ دُنیا و دیں سؤرِ مومن را شفا گفتہ حزیں

سؤر ارسطالیس سؤر بوعلی کے شفا گفتہ نبیِّ منجلی

سینۂ خود را بروصد چاک کن

دل ازاں آلودگیہا پاک کن

مرتّب ترجمہ اِس طرح پیش کرتے ہیں ۔

علمِ رسمی گر تو کیسا ہی پڑھے راز باطن اُس سے کب تجھ پر کُھلے

جو نہ ہووے مبتلائے ماہ رُو نام اُس کا لوحِ انسانی سے دھو

جس کسی کے ہو نہ دل میں مہر یار اُس پہ لائق ہے کہ ہو پالان کا بار

الغرض اِس علمِ رسمی میں اَخی کھو چکا تُو عمر اپنے کام کی

علمِ دیں ہے فقہ، تفسیر و حدیث جو سوا اِن کے پڑھے ہے وہ خبیث

عمر ہے تیرے کوئی پُوچھے اگر سات دن باقی ہیں ان میں شک نہ کر

سُن تو اس ہفتہ میں اے مردِ خُدا اب پڑھے گا علم بتلا کون سا

یہ علوم اور یہ خیالاتِ صور فضلۂ شیطان ہے یہ سنگ پر

چند خوانی حکمتِ یونانیاں حکمتِ ایمانیوں کو بھی تو جان

علمِ معقولات بے بنیاد ہے مغز کو خالی کرے گا تا لبکے

بحث نحو و صرف میں کی عمر صرف اب تو فضلِ عشق سے پڑھ یک دو حرف

دل کو روشن کر بانوارِ جلی کیوں بنا ہے کاسہ لیسِ بوعلی

سرورِ عالم شہہ ہر دوسرا کہتا ہے مومن کے جوٹھے کو شفا

سؤر ارسطالیس سور بوعلی ہیں یہ باطل اور ان کا علم بھی

مومنوں کے جھوٹے اندر ہے شفا

کافروں کا جوٹھا ہے زہر و بلا

شیخ بہائی کے چند اشعار کی مثنوی 'غذائے رُوح' میں ایک طویل تشریح موجود ہے۔ اشعار کی سلاست اور روانی کے ساتھ ساتھ ہمیں آسانی معلوم ہوسکتا ہے کہ علوم رسمی کیا چیز ہے، اور کیوں

صوفیائے کرام یعنی پیکرانِ صدق و صفا، اِن چیزوں کو فیضانِ حق کی راہ میں رکاوٹ اور پردۂ پندار سمجھتے رہے۔ رُومی اس حقیقت کو ایک ہی بیت میں اس طرح بند کر دیتے ہیں ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

سندھ کے زندہ جاوید مفکّر شاہ عبداللطیف بھٹائی نے نیز اس قبیل میں فرمایا ہے ؎

اکھ پڑھ الف جو، ورق سبھ وسار
اندر توں اُجار، پنا پڑھندیں کیترا

ترجمہ : حرف پڑھ اک الف کا، باقی کتابیں بھول جا
صاف کر دل، تا بکے یہ ورق گردانی بتا

یہ صوفیائے کرام کی رائے کوئی عبث حقیقت نہیں ہے۔ جو کچھ کہا گیا ہے وہ ارشادِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روشنی میں کہا گیا ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے "اللّٰھم اعوذبك من علم لاینفع" یعنی خُدایا میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں، جو نفع بخش نہ ہو، ظاہر ہے کہ علومِ عقلی سے ہمیشہ انسان کا ذہن اور ادراک مفلوج اور شکست خوردہ ہی رہا۔ افلاطون اور ارسطو کا علم اور فضل اپنی جگہ پر ہے، لیکن ان کے تحقیق کے کئی مسائل ہنوز تشنۂ تکمیل ہیں۔ کسی حکیم نے اِن کی صداقت کو اپنایا، تو کسی نے ان کے حقائق کو جھٹلایا۔ ایسی چیز پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے، جو ہمیشہ صدق اور کذب کے درمیان ڈولتی رہے۔ صوفیائے کرام نے اس کشمکش سے نجات حاصل کرنے کے لئے "علم لاینفع" کے مبارک الفاظ کا سہارا لے کر "با خدا دیوانہ باش" کا نعرہ لگایا ہے

علم را بر تن زنی مارے بود علم را بر دل زنی یارے بود

مثنوی "غذائے رُوح" میں مضامین کی ترتیب اس طرح موجود ہے (ان عنوانات کے مطالعہ سے ہم مرتّب کے افکار کی رو کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں) :-

(۱) حمد

(۲) نعت

(۳) اس داستان میں تبرّکاً بیان حضرت پیر و مرشد برحق عارف شیخ المشائخ حضرت مولانا میاں جی نور محمد جھنجھاوی لوہاروی نور اللہ مرقدہٗ۔

(۴) مناجات بجناب باری تعالیٰ ۔

(۵) اس بیان میں ہے لطف اور احسان حضرت مولانا و ہادینا و مرشدنا حضرت خداوندم مولوی نور محمّد قدس سرّہٗ کا اُوپر مجھ ناکارہ و بیچارہ امداد اللہ چشتی نوری عفا اللہ عنہ نانوتوی ۔

(۶) ذوق شوق محبّتِ الٰہی کے بیان میں ۔

(۷) بھائی نے یہ مضمون کتاب "نان و حلوہ" کا کہ تصنیف بہاءالدین عاملی کی ہے، جو مطابق اپنے حال کے تھا، لکھا ۔

(۸) یہ داستان بیچ بیان تاسّف اور ندامت کے اور صرف کرنے عمر کے بیچ اس چیز کے کہ نفع نہ دے اور غرض قول نبی صلعم کے کہ سؤر المومن شفاء یعنی جوٹھا مومن کا شفا ہے ۔

(۹) داستان بیچ قطع علائق اور گوشہ نشین ہونے خلائق کے ۔

(۱۰) حکایت ایک عابد جاہل کی کہ غار میں رہتا تھا اور جوان دنیا دار کی ۔

(۱۱) اس داستان میں مذمّت ان علماء کی ہے، جو مشابہت رکھتے ہیں اُمراء کی اور دُور رہتے ہیں فقراء سے ۔

(۱۲) بیان چیزوں مختصر اور متفرق کا اور بیچ اشارہ قولہٗ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوا بقرہ ۔

(۱۳) اس داستان میں بیان ہے مراد قول نبی صلعم کی کہ حبّ الوطن من الایمان سے کیا غرض ہے ؟

(۱۴) اس میں بیان ہے بلاؤں اور محنتوں کا، جو عشق کی راہ میں ہیں ۔

(۱۵) اس میں بیان اُس عابد کا ہے کہ دُنیا کو ترک کر کے پہاڑ کی غار میں بیٹھا تھا اور آزمانا اللہ تعالیٰ کا اُس کو امتحاناً اور نصیحت لینا ایک کتّے سے ۔

(۱۶) اس میں مذمّت ریاکاروں اور مکّاروں کی کہ بڑا لشکر شیطان کا ہے ۔

(۱۷) حکایت تمثیل ۔

(۱۸) اس میں مذمّت اُن درس کہنے والوں کی ہے کہ مقصد ان کا محض ظاہر کرنا فضل اور علم اور بزرگی اپنی کا، اور دھوکہ دینا ہے خلقت کو ۔

(۱۹) اس میں مذمت اور برائی اُن لوگوں کی ہے جو ہمیشہ اسبابِ دنیا کو جمع کرتے رہتے ہیں اور غافل ہیں عقبیٰ سے۔

(۲۰) حکایت امیر اور زاہد۔

(۲۱) اس میں بیان ہے کہ جو شخص دنیا چھوڑ کر اور ترک کرتے ہیں دنیا کو تو دنیا ان کے پیچھے دوڑتی ہے اور جو لوگ درپے ہوتے ہیں، دنیا اُن سے بھاگتی ہے۔ حکایت۔

(۲۲) جواب دینا اُس صوفی کا مریدوں کو، واسطے تسکین اور دلجمعی کے اور بیان کرنا حال طائروں کا کہ ایک کے پیچھے دوسرا اڑتا تھا۔

(۲۳) تمثیل۔

(۲۴) اس میں مذمت اور برائی اُن لوگوں کی ہے کہ فخر کرتے ہیں ساتھ مصاحبت بادشاہوں کے اور دعویٰ رکھتے ہیں شامل ہونے کا بیچ اہلِ سلوک کے اور جمع ہونا دو ضدوں کا محال ہے۔

(۲۵) داستان۔

(۲۶) قصہ دو بنا ایک حیسر واہے کا آزمائش اور بد اعتقادی سے۔

(۲۷) اس میں مذمت اِن کی ہے جو مضمون دنیا میں غرق ہیں، واسطے حطبے بنیاد کے۔

(۲۸) اس میں بیان ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ خلق کے بُرے اور بھلے پر خیال نہ کرے۔ موافق حکم خدا اور رسول کے کام کئے جاتے۔

(۲۹) حکایت بوڑھے مرد بیوقوف کی۔

(۳۰) اس میں بیان خاموشی کا ہے۔

(۳۱) حکایت تمثیل۔

(۳۲) اس میں مذمت اُن لوگوں کی ہے، کہ مشابہت رکھتے ہیں ظاہر میں فقرا کی اور باطن میں وہ اشقیا سے ہیں۔

(۳۳) حکایت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی۔

(۳۴) اس میں بیان ہے کہ خدائے تعالیٰ کو صرف خدائی کے واسطے پوجے نہ طمع جنت کے لئے اور نہ خوفِ دوزخ سے۔

(۳۵) اس میں بیان ہے شوق چھوڑنے کا ماسوا کے اور شایق ہونا شراب طہور سے۔ مراد اس سے محبّتِ الہٰی ہے۔

(۳۶) خاتمۃ الکتاب۔

'غذائے رُوح' اور 'نان وحلوہ' کے عنوانات کی تطبیق کرتے ہوئے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ غذائے رُوح میں کئی عنوانات مستزاد ہیں 'نان وحلوہ' کی مثنوی فقط بیس عنوانات پر مشتمل ہے مرتب 'غذائے رُوح' نے بیشتر حکایات مضمون کے لحاظ سے اپنی طرف سے ایزاد کی ہیں اور مولانا رُومی کی طرح جا بجا حکایات بیان کرنے سے تصوّف اور اخلاق کے مضمون کو زیادہ جاذب اور پُر تاثیر بنانے کی کوشش کی ہے۔ مندرجہ بالا عنوانات کو اگر نگاہ تعمق سے دیکھا جائے تو رشد اور ہدایت کا ایک دریا بہتا ہوا نظر آئے گا۔ 'غذائے رُوح' میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ شریعت کی روشنی میں طریقت کے منازل طے کئے جائیں۔ تاکہ ایک طالب عجمی تصوّف کی بے راہ روی سے محفوظ رہ سکے اور آسانی سے منزل مقصود پا سکے فرماتے ہیں :۔

خوش نصیب اُن کو سمجھ مردِ خدا — بند رکھتا ہے زباں اپنی سدا
کرکے خاموشی بہت سی اختیار — کرتے ہیں دل سے وہ یادِ کردگار
خاموشی میں ہے مقال اہل حال — گر بلادیں تو وہ ہو جاتے ہیں لال
یوں رہے گا کب تلک اے بیفروغ — تو گرفتار دروغ اندر دروغ
ہوش میں آ اب بھی تو بہرِ خدا — آپ کو گفتار باطل سے بچا

تاکہ ہو معلوم تجھ کو زینہار
فائدہ اور نقص خاموشی کا یار

اس حقیقت کا صحیح سراغ آگے چل کر اس طرح ملتا ہے :۔

ہے مئی غفلت سے مدہوش اس قدر — آپ کی بھی کچھ نہیں رکھتا خبر
ایک مدّت گزری ہے اس کے تئیں — ہے یہ بُت خانہ میں یوں گوشہ نشیں
قہقہا مارے ہیں کافر برملا — دین اور اسلام پر اس کے سدا

اب بھی اے امداد تو بہرِ خدا
خواب غفلت سے ذرا تو چونک جا

مثنوی 'غذائے روح' میں مندرجہ ذیل حقیقتوں پر زیادہ توجہ دی گئی ہے تاکہ ظاہر کی پاکی کے ساتھ باطن کی بھی طہارت ہو جائے۔

(۱) ایک طالب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خلق سے قطع تعلق کرے اور گوشہ نشینی کو ترجیح دے:

جو تو دیوِ نفس سے پائے اماں ۔۔۔ جا پری کی طرح سے ہو جا نہاں
جس طرح پریاں جو رہتی ہیں چھپی ۔۔۔ دیو کے ہاتھوں سے رہتی ہیں بچی
اس طرح جب دُور ہو تو خلق سے ۔۔۔ نفس اور شیطاں کے ہاتھوں سے بچے
کب حقیقت کا کھلے گا تجھ پر در ۔۔۔ تو مجازی سے نہ گزرے گا اگر
ہووے کب حاصل تجھے راہِ خدا ۔۔۔ جب تلک چھوٹے نہ دُنیا کا مزا

جو تو چاہے عزتِ دُنیا و دیں
خلوتے از مردمِ دُنیا گزیں

(۲) اِنسان کا اصلی وطن آخرت ہے نہ یہ بے ثبات دُنیا۔ اس لئے، اس کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔

یہ وطن ہند و عراق و شام کے ۔۔۔ وہ وطن ہے اور جس کا نام لے
یہ وطن دُنیا کے سارے ہیں اَخی ۔۔۔ کیا کرے تعریف دُنیا کی نبیؐ
ترک دُنیا کو کرے ہے یار وہ ۔۔۔ دو جہاں کا ہوتا ہے سردار وہ

نیک طالع ہے وہی اے نیک تن
جس کو رغبت ہے سوئے اہلِ وطن

رومی اصل وطن کی تلقین اس طرح فرماتے ہیں:-

ہم چنیں ہر جز و عالم می شمر ۔۔۔ اوّل و آخر در آرش در نظر
ہر کہ آخر بیں ترا مسعود تر ۔۔۔ ہر آخور بیں ترا مطرود تر

سندھ کے غیر فانی مفکر شاہ بھٹائیؒ کا ارشاد ہے:-

اَچي عمر ڪوٽ ۾ ڪنديس ڪانه ڪُريت
مَاءِ وِسَاڻڊ ماڙُئين، ايئن نه مارُو ريت

(ترجمہ) میں عمر کے شہر میں اگر نہ کروں گی خطا

محل پر مارو مٹانا، ماردوں کو ناروا

(۴) طالب کے لئے ظاہر و باطن کی طہارت ضروری ہے :۔

شانہ و مسواک و تسبیح ریا　　جبہ و دستار قلبِ بے صفا

زہد کا دعوا ہے تجھ کو بے شمار　　جاہ و عزت کے لئے اے نابکار

یہ نہیں معلوم تجھ کو اے عزیز　　ہیں جہاں میں سینکڑوں اہلِ تمیز

ہیں بہت عالم میں عاقل نکتہ داں　　جانتے ہیں سب کی خوبی و زیاں

اپنی خود بینی سے ہے تو مارتا　　لاف تقویٰ اور نیکی کی سدا

کار تیرا سر بسر لیل و نہار

کرتا ہے تحصیل جاہ و اعتبار

(۵) عشقِ الٰہی قوتِ حیات ہے، جس سے غیریت کے پردے جل اٹھتے ہیں :۔

ہوتے ہیں ہمراہ عاشق کے مگر　　آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

لیک عاشق ماہرانِ عشق ہیں　　ہیں وہ خوش ہر دم بلاو رنج میں

عشق کے وہ آزمودہ کار ہیں　　بادشہ باطن کے، ظاہر خوار ہیں

جانبازی میں ہیں پختہ وہ مدام　　بودسے ہیں اپنا بے خود لا کلام

خار و خس کو غیریت کی آگ دے

باف راغِ دل تو تنہا راہ لے

اس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں کہ جس نے اپنی ہستی کو محو کر دیا ہو اور فنا فی اللہ کے درجہ تک پہنچ گیا ہو، یعنی رضینا بالقضا کے محور پر گردش کر رہا ہو، اسی کو ہی ہم وحدت وجودی کا قائل سمجھتے ہیں۔ کسی بزرگ کا قول ہے :۔

دل جز غم عشق نہ جوید ہرگز　　پا جز در رہ تو نپوید ہرگز

صحرائے دلم عشق تو شورستان کرد　　تا مہر کسی جز تو نہ روید ہرگز

بہرحال مثنوی 'غذائے روح' پر یہ مختصر سا تبصرہ ہے، یہ مثنوی تصوف کے اسرار و رموز کے سمجھنے کے لئے

بڑی کار آمد چیز ہے۔ آخر میں 'خاتمۃ الکتاب' کے عنوان کے تحت مصنّف نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اُس کو تبرکاً درج کیا جاتا ہے، تاکہ اس سے مصنّف کی کاوش کا بخوبی اندازہ ہو سکے :

بعد اس کے سُن تو اب اے دوستاں ۔۔۔ کر دیا ہے یہ جو کچھ میں نے بیاں
شاعری سے مجھ کو کچھ بہرہ نہیں ۔۔۔ علم نظم و نثر میں رکھتا نہیں
چاہیئے مقصود دل اس یار سے ۔۔۔ ہے نہ مطلب خوبیٔ اشعار سے
شاعری سے کچھ نہیں ہے مجھ کو کام ۔۔۔ چاہتا ہوں یہ کہ ہووے فیض عام
سُن کے یہ زاہد ہو عشقِ عاشقاں ۔۔۔ دُور ہووے نیز فسقِ فاسقاں
شاعروں سے کچھ نہیں ہے التجا ۔۔۔ عرض ہے اہلِ صفا سے یہ ذرا
جو کہ دیکھیں اس میں کچھ سہو و خطا ۔۔۔ وہ کرم سے اپنے دیں اِن کو بنا
کر کے اپنے لُطف و احساں پر نظر ۔۔۔ اس میں دیں اصلاح بے خوف و خطر
الغرض امداد تو اپنی کتاب ۔۔۔ ختم کر واللہ اعلم بالصّواب
سال ہجری بھی ہوئی جب ختم یار ۔۔۔ یک ہزار و دو صد و شست و چہار

جب ہوئی یہ مثنوی یارو تمام
رکھدیا اس کا 'غذائے رُوح' نام

'غذائے رُوح' میں فنی غلطیاں تو موجود ہو سکتی ہیں، لیکن ایک عارف کے کلام میں نہ اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے نہ سہو کا شائبہ۔

'خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را'